استمداد از غیر اللہ پر دیوبندی کتب سے دلائل کا مختصر اصولی جواب 👇

بریلوی حضرات جب اپنے شرکیہ عقائد و نظریات کو قرآن و سنت ثابت نہیں کر پاتے تو علماء اہل سنت دیوبند کی کتابیں کھولتیں ہیں اور کہیں استعانت تصرف لفظ نداء یا کشف و کرامات معجزات والے واقعات

نظر آجائے یا مختار اختیار کا لفظ نظر آجائے فورا رقص شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو ہم نے اپنا نظریہ اپنے عقائد کو تمہارے گھر سے ثابت کردیا 😋

ناظرین !!

اس تعلق سے ہم چند جوابی اصول بریلوی کتب سے نقل کرتے ہیں

سب سے پہلے اشعار کے متعلق اصول 👇

استمداد لغیر اللہ پر عموماً بریلوی اشعار پیش کرتے ہیں حاجی صاحب علامہ نانوتوی کے یا حکیم الامت حضرت تھانوی علیھم الرحمہ سے اور رقص شروع کہ دیکھو ہم نے اپنا عقیدہ تمہارے گھر سے ثابت کردیا

تم شرک شرک کررہے تھے اب ان پر بھی شرک کے فتویٰ لگاؤ ❓😛😁

بریلوی اصول 👇

حالانکہ خود بریلویوں کو مسلم ہے کہ اشعار سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اسمیں مبھم و مجمل باتیں ہوتی ہے غلبہ شوق ذوق ہوتا ہے مبالغہ سے کام لیا جاتا

حوالہ نمبر ایک

بریلویوں کی معتبر کتاب

📗رسائل میلاد حبیب ہے .صفحہ نمبر 174ہے

اسمیں لکھتے ہیں کہ شاعرانہ مزاق الگ ہوتا ہے اسمیں حدود شرعیہ نگاہ میں نہیں رکھی جاتی کیونکہ یہ پہلے ہی فیصلہ ہوچکاہے کہ ان میں مبالغہ ہوتا ہے اور انمیں کسی کے عقائد کا سراغ نہیں لگ سکتا

حوالہ 2 👇

بریلویوں کی ایک اور کتاب

📗عرفان رضا .صفحہ نمبر ۱۹میں خود بریلوی علماء پر طنز کرتے ہوئے لکھا ہے

ہمارے علماء شعر کو بھی فقہ کے پیمانے پر ناپتے ہیں جبکہ شاعری میں بہت ساری رعایتیں اور سہولتیں ہوتی ہیں

ایک اور حوالہ 3 👇

بریلویوں کی مشہور احمد رضا بریلوی کی مصدقہ کتاب 📗

انوار ساطعہ .صفحہ 319

اسمیں لکھا ہے کہ

پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب میں بطور خطاب حاضر کیے ہیں وہ اس لیے ہے کہ چونکہ آپکا تصور دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں حاضرانہ خطاب حضور فی الذہن کے باعث کرتے ہیں ..

حوالہ نمبر 4 👇

بریلوی کتاب 📗 اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت .صفحہ 46پر لکھتے ہیں 👇

صوفیاء کی شعر و شاعری کو اگر شرعی درجہ دیا جائے تو پھر صوفیہ کو چاہیے تھا کہ وہ مخالفین کے سوالات و اشکالات کے جواب میں اپنے اشعار پیش کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا شعرو شاعری کا ذوق الگ چیز ہے

حوالہ نمبر ۵ 👇

بریلویوں کے جید مفتی اشعار کے متعلق ایک اہم اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں 👇

چونکہ یہ شعر کسی بیباک زبان دراز کا کلام نہیں جس کی عادت ہو جو جی میں آئے بک دے بلکہ ایک واقف شریعت کی طرف منسوب ہے لہذا تاحد امکان کلام کی تاویل کی جائیگی اور کلام کو ظاہر پر حمل نہیں کیا جا ئے گا

📗فتاویٰ امجدیہ .صفحہ 279

اس سے واضح ہوگیا غلط بولنے کی جسکی عادت نہ ہو واقف شریعت ہو اسکے کلام میں تاویل کی جائیگی ظاہر پر حمل نہیں کیا جائے گا لہذا اکابرین علماء اہل سنت چونکہ واقف شریعت تھے لہذا انکے اشعار کی تاویل ہوگی ظاہر پر حمل نہیں ہوگا 👆

ان تمام حوالہ جات سے یہ ثابت ہواکہ شعر و شاعری سے نہ تو عقیدہ ثابت ہوگا نہ ہی عقائد میں یہ حجت بن سکتے ہیں .

نوٹ .ہماری کتب میں جس جگہ اشعار میں غیراللہ کے لیے حاجت روا مشکل کشا جیسے الفاظ آئے ہیں وہ لغوی وار مجازی طور پر ہے

اشعار کا معاملہ ختم 👆👀🤔

Created with Mi Notes

https://ataunnabi.blogspot.com/

اعتراض نمبر۱۲

نعت خوان مجالس میلاد میں کچھ ایسے اشعار پڑھتے ہیں جو اسلامی عقائد کے خلاف ہوتے ہیں اور ان میں کفر یا شرک ہوتا ہے۔

جواب

شاعرانہ مذاق الگ ہوتا ہے اس میں حدودِ شرعیہ نگاہ میں نہیں رکھی جاتیں کیونکہ یہ پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ ان میں مبالغہ ہوتا ہے اور ان میں کسی کے عقائد کا سراغ نہیں لگ سکتا یہی آڑ لے کر تو نواب صاحب بھی رہائی پا سکتے ہیں ورنہ بقول وہابیہ وہ مشرک ثابت ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے:

ابن قیم مددے قاضی شوکان مددے

(نواب صدیق حسن، نفح الطیب، ص ۲۵)

پس اگر شاعرانہ انداز نواب صاحب کو شرک سے بچا سکتا ہے تو ہم کو تمام کمزوریوں سے بچا سکے گا۔

اعتراض نمبر۱۳

اس مجلس میں حسن و جمال کا منظر دکھائی دیتا ہے اور نابالغ لڑکے ہی نعت خوانی کے لئے انتخاب ہوتے ہیں۔

جواب

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔ وہابی خود تو نابالغ کی جماعت کو بھی جائز کہتے ہیں اور اپنی مجالس میں نعت خوانی بھی کراتے ہیں اور نعت خوانی کے لئے نابالغ ہی تجویز کرتے ہیں۔ خود ''شیر پنجاب'' اپنے بچپن میں نعت خوانی خوش الحانی سے کیا کرتے تھے۔ عہدِ رسالت میں حضور ﷺ کی آمد پر نابالغ لڑکیوں نے

ہوگا جن کا علم انتہائی مستحکم اور مطالعہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

حدائقِ بخشش تین حصّوں پر مشتمل ہے۔ تیسرے حصّہ کی اشاعت کسی بے بنیاد عارضہ کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے۔ پروفیسر سیّد غلام سمنانی صاحب جواہر لال یونیورسٹی نے ایک مرتبہ راقم الحروف سے فرمایا تھا، کہ حدائقِ بخشش تیسرے حصّہ کی عدم اشاعت کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا جب کہ امام احمد رضا کی شاعرانہ عظمتوں کا صحیح اظہار اسی تیسرے حصّہ سے ہوتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا۔ معاف کیجیے گا میں علمائے کرام کا مخالف نہیں ہوں۔ ہم انھیں انتہائی ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انہیں زمین پر نزولِ رحمتِ الٰہی کا سبب جانتے ہیں لیکن ہمارے علماء شعر کو بھی فقہ کے پیمانے پر ناپتے ہیں۔ جب کہ شاعری میں بہت ساری رعایتیں اور سہولتیں ہوتی ہیں۔ جو بات ہم نثر میں نہیں کہہ سکتے نظم میں اس کا اظہار آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ حدائقِ بخشش حصّہ سوم میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ جس قباحت کا اقرار و اعلان کیا جارہا ہے وہ خالص ذہن کی پیداوار ہے۔ جس قصیدے کے اشعار پر اعتراضات کیے گئے ہیں ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر کسی وقت اہلِ فن سے رجوع کیا جاتا تو بات قطعی آگے نہیں بڑھتی۔

امام اہلسنّت نے ہر شخص کی شرعی ضرورتوں کا احسن طریقے سے خیال رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات و تالیفات انسانی برادری کی ہر شعبۂ زندگی میں رہنمائی کرتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کی تحریرات کو سمجھنے میں عام لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ آپ کی ہر کتاب کی تشریح و تخریج جدید تقاضوں کی روشنی میں
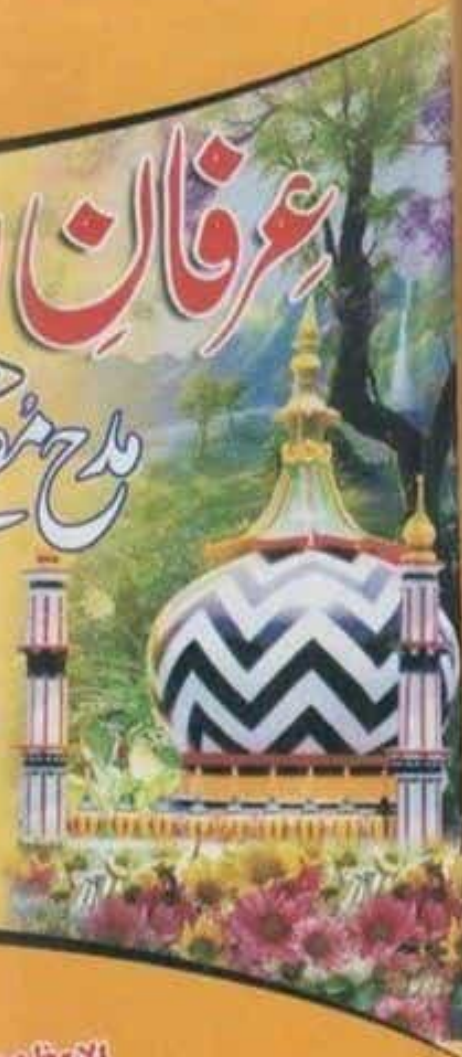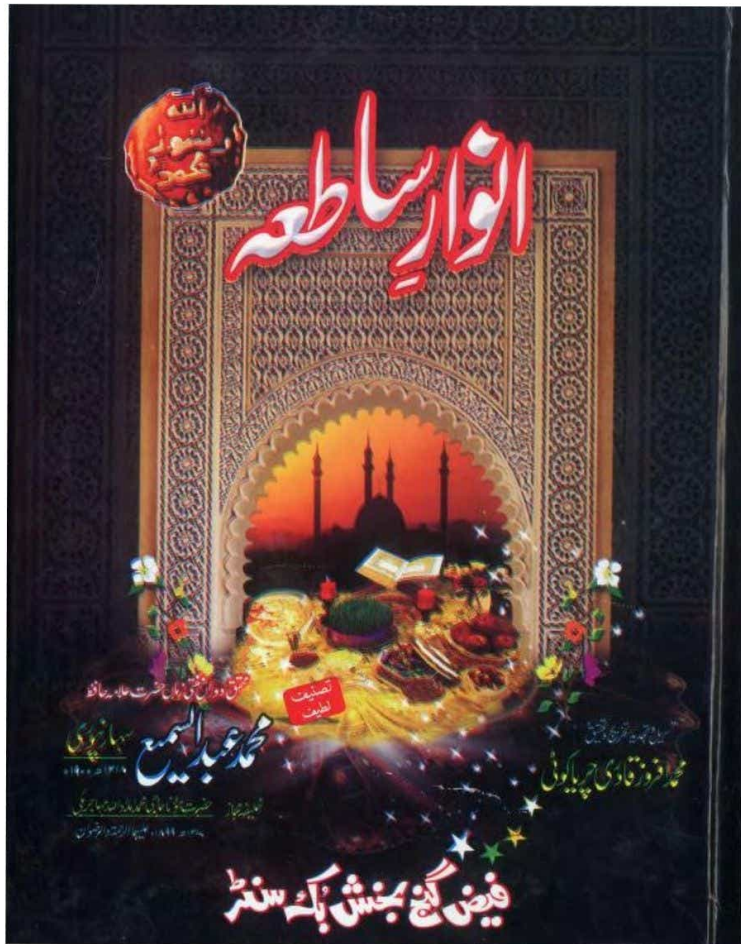
کبھی میں خاک اور کبھی خون میں نہایا ہوا ہوتا ہوں۔ اور میرے دل صد چاک کے غم واندوہ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اے میرے پدر بزرگوار آخر آپ کہاں ہیں؟ میرے حال سے اتنی غفلت کیوں برت رہے ہیں؟ آئیں ذرا دیکھیں کہ میری کیا حالت بنی ہوئی ہے؟ اور ان حاسدوں کے ہاتھوں کیا برا حال ہوا ہے۔

پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کیے ہیں وہ اس لیے ہیں کہ چونکہ آپ کا تصور دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں حاضرانہ خطاب حضور فی الذہن کے باعث کرتے ہیں لیکن جن لوگوں کو ایسا تصور اور ایسا خیال میسر نہیں ان کی سمجھ میں یہ آنے والا بھی نہیں کہ

كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ . (۱) اسے جھٹلایا جس کے علم پر قابو نہ پایا۔

یقیناً کلام الٰہی سچا ہے۔

چوتھی توجیه: خطاب کی ایک چوتھی توجیہ بھی ہم بتادیں۔

قرآن شریف میں آیا ہے

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ . (۲) ہائے افسوس ان بندوں پر!۔

یہاں لفظ یَا حرف ندا ہے جس سے مخاطب حاضر کو پکارا جاتا ہے یہ لفظ یا حسرت پر داخل ہو رہا ہے اور حسرت ایک ایسی بے ادراک شعور چیز ہے کہ اس کو قیامت تک کبھی خبر نہ ہوگی کہ مجھ کو کوئی پکارتا ہے۔ اس جگہ امام رازی کا کلام یہ ہے

المقصود ان ذلک وقت الحسرة.. فإن النداء مجاز و المراد الإخبار. (۳)

غرض کہ تمام مفسرین اس مقام میں لکھتے ہیں کہ یہ ندا کلام عرب میں شائع ہے اور اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ حسرت کا وقت ہے یعنی یہ نہیں کہ حسرت کو پکارتے اور بلاتے ہیں تو یہاں پر ندا مجازاً ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ کہیں ندا مجازاً ہوتی ہے اور اس سے خبر دینا مقصود ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح اس جگہ بھی سمجھ لو جب کوئی کہتا ہے

تمہارے نام پہ قربان یارسول اللہ
فدا ہے تم پہ مری جان یارسول اللہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے اس کی مراد جملہ خبریہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو کہ یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے۔ البتہ تم خود شرک اور کفر کے معنی یہ کہہ کر لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو کہ لفظ یا حاضر کے لیے ہوتا ہے اور اس سے صرف حاضر کو خطاب کیا جاتا ہے حالاں کہ یہ قاعدہ غلط ہے۔ (۴)

غائب کو خطاب اور ندا کرنے کی مثال صحابہ کے کلام میں موجود ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت کے وقت میں ایک رات

(۱) سورۂ یونس: ۱۰/۳۹ (۲) سورۂ یٰس: ۳۶/۳۰ (۳) تفسیر الرازی: ۱۳/۳۲

(۴) **حاشیہ**: اور یہ لوگ کس طرح اپنی نماز کو بھولے ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں سے غائب ہیں پھر آپ کی یہ نسبت پڑھتے ہیں: السلام علیک ایہا النبی۔ تو اگر نظر سے غائب کو خطاب جائز نہ ہوتا تو نماز میں یہ خطاب کیوں درج ہوتا اور یہ بات نحوی رسالوں میں ثابت کی گئی ہے کہ السلام علیک ایہا النبی پڑھتے وقت خاص خطاب ہی مراد ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ

اِس کتاب پر احمد رضا کذاب سمیت 17 بریلوی جئید مولویوں کی تقاریظ ہیں

(۴): حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد حسین فاروقی مجددی رام پوری (متوفی ۱۳۱۱ھ)

آپ ۱۴ر صفر ۱۲۴۸ھ کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام احمد حسین بن غلام محی الدین ہے' حضرت خواجہ محمد یحییٰ خلف اصغر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے نسبی تعلق تھا' علماء رام پور و لکھنؤ سے درسی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مولانا محمد نواب خاں مجددی سے تکمیل کی۔ دہلی جا کر حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی سے مرید ہوئے' محبوبیت و مرادیت کا بلند مقام پایا' اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کا شمار حضرت شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمہ کے بلند پایہ خلفا میں ہوتا تھا۔ آپ حافظِ قرآن' محدث' مفسر' فقیہ' مفتی' درویش' مدبّر تھے غرض کہ کمالات ظاہری و باطنی کے مخزن تھے۔ آپ اپنے زمانے کے بزرگ ترین عالمِ دین' مرشدِ طریقت اور مصلحِ قوم و ملت تھے۔ نواب کلب علی خاں خلد آشیاں' والی رام پور سے زمانہ طالب علمی سے ہی محبت و مودت تھی' نواب صاحب والی تخت و تاج ہونے کے بعد آپ کا بے حد اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ امور سلطنت میں بھی آپ سے مشورہ لیتے تھے' اور اوراد و وظائف' حلقۂ ذکر اور درس و تدریس سے آپ کے اوقات معمور تھے۔ ہر جمعہ کو بعد نماز اپنی مسجد میں وعظ فرماتے جو بڑا پر اثر ہوتا' ذوق و شوق اور گریہ و بکا سے مجلسِ وعظ' حشر کا نمونہ ہوتی۔ مسلمانان اہل سنت پر حد درجہ شفقت فرماتے اور باطل پرستوں اور بدمذہبوں سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کی کتاب معیار حق کے جواب میں انتصار الحق لکھی' مولانا سید دیدار علی الوری' مولانا سلامت اللہ رام پوری' مولانا ظہور الحسین رام پوری' مولانا عبد الغفار خاں رام پوری وغیرہ آپ کے مشہور شاگرد ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی نے بھی رام پور میں آپ سے فقہ کا درس لیا۔ تصنیفات میں انتصار الحق' ارشاد الصرف اور ترجمہ کتاب الکحل فتاویٰ عالم گیری ہے۔(۱)

(۵): اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

آپ ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ/ جون ۱۸۵۶ء کو صوبہ اتر پردیش کے مشہور شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے ذہانت و فطانت اور ولایت کے آثار آپ کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں قادری بریلوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) سے بریلی ہی میں کی۔ ۱۲۸۶ھ میں تیرہ برس کی مختصری عمر میں ہی درسیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ خاتم الاکابر حضرت مولانا شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے۔ اسی وقت اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ ۱۲۹۵ھ میں پہلی بار والد ماجد کے ہمراہ حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ شیخ عبد الرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ نے فقہ کی اور شیخ الاسلام علامہ احمد زینی دحلان نے حدیث کی اجازت و سند دی۔ مولانا حسین صالح شافعی امام مسجد حرام بغیر کسی سابقہ تعارف کے مقام ابراہیم میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو تھامے ہوئے: اِنّی لَاَجِدُ نورَ اللّٰہِ فی ھٰذا الجبین فرماتے رہے' اور ضیافت کے بعد صحاح ستہ اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت و سند دے کر رخصت کیا۔ ۱۳۲۳ھ میں دوسری بار حج و زیارت کے موقع پر علمائے حرمین شریفین نے آپ کا حد درجہ اعزاز و اکرام کیا' بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ سے علمی استفادہ کیا' اجازت وخلافت حاصل کی' اور آپ کے علمی تبحر اور فقیہانہ بصیرت و ژرف نگاہی کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ عظیم حنفی عالم علامہ صالح کمال مکی کے علم

(۱) (الف) تذکرۂ کاملان رام پور' ص: ۳۰ تا ۳۳' مطبوعہ خدا بخش اورینٹل لائبریری' پٹنہ ۱۹۸۶ء۔ (ب) تذکرۂ علمائے اہل سنت' ص: ۲۳-۲۵' مطبوعہ سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ' فیصل آباد' پاکستان' ۱۹۹۲ء۔ (ج) نزہۃ الخواطر' ج: ۸' ص: ۵۷-۵۸

دروازے، کون کون سے لوگ اور کون کون سے مظاہرِ قُدرت ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ ...... ع

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

یہ بھی واضح کریں کہ اگر کسی انسان کی اپنی کوئی الگ ہستی اور شان ہے تو پھر "جس شان تھیں شاناں سب بنیاں" کا مطلب کیا ہے؟ میری دانست کے مطابق سب شانوں سے مُراد انبیاء اور خاصانِ حق کی شان ہے کہ اُن سب کی شانیں اللہ کی شان کی محتاج ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو جس کا محتاج ہو وہ اُس ہی سے مانگتا ہے کہ جس کا وہ محتاج ہے۔

ہم نے اپنے اِس تفصیلی تجزیہ میں جو کچھ پیش کیا، اُس کا تعلق براہِ راست قرآن و سُنّت سے ہے یا پھر صوفیائے کرام کی اُن تحریرات سے ہے، جو اُنھوں نے شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے بہ صورتِ فتوٰی صادر فرمائیں۔ لٰہذا ہم اِسی سطح کا جواب تسلیم کریں گے۔ صوفیاء کی شعر و شاعری کو اگر شرعی فتوٰی کا درجہ دیا جائے تو پھر صوفیاء کو چاہیئے تھا کہ وہ مخالفین کے سوالات و اشکالات کے جواب میں اپنے اشعار پیش کرتے، مگر اُن میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ شعر و شاعری کا ذوق الگ چیز ہے اور سیفِ چشتیائی، تحقیق الحق اور اعلاء کلمۃ اللہ ایسی فاضلانہ اور محققانہ تحریرات کا مقام ایک الگ چیز ہے۔ کیونکہ صوفیاء کے عالمِ وجد میں صادر ہونے والے کلامِ موزوں یعنی شعر کا تعلق اُن کے اپنے وجدانیات تک محدود ہے، جس کے اہلِ ایمان مکلّف نہیں۔ مگر اِس کے برعکس قرآن و سُنّت کی روشنی میں اُن کی وہ تحریرات جو اُن تک ہی محدود نہیں، بلکہ تمام اہلِ ایمان کو اپنے عقائد اور اپنی اصلاح کی خاطر شریعت کی طرف سے دعوتِ فکر دیتی ہیں۔ اُن کا مطالعہ ہر باشعور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اُن میں پیش کیے جانے والے دلائل پر پُوری توجّہ دے اور اگر وہاں کوئی دلیل اُسے کمزور معلوم ہو یا اُس پر کسی قسم کا کوئی عقلی و نقلی اعتراض وارد ہوتا ہو تو نہایت ہی معقول انداز میں اِس کا رد پیش کرے، مگر زبان شائستہ، شستہ اور نہایت ہی مہذّب ہو جیسا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرّہٗ نے اپنے اساتذہ کی صف کے اہلِ علم کے خیالات و اندازِ فکر کا باادب انداز میں رد

اس سے واضح ہوگیا غلط بولنے کی جسکی عادت نہ ہو واقف شریعت ہو اسکے کلام میں تاویل کی جائیگی ظاہر پر حمل نہیں کیا جائے گا لہذا اکابرین علماء اہل سنت چونکہ واقف شریعت تھے لہذا انکے اشعار کی تاویل ہوگی ظاہر پر حمل نہیں ہوگا۔

۲۷۹

اور مظہر تجلی بن جاتا ہے۔ چونکہ یہ شعر کسی بیباک، زبان دراز کا کلام نہیں جس کی عادت ایسی ہو کہ جو جی میں آئے بک دے۔ بلکہ ایک واقف شریعت کی طرف منسوب ہے۔ لہذا تا حد امکان کلام کی تاویل کی جائیگی اور کلام کو ظاہر پر حمل نہیں کیا جائیگا۔ دوسرے شعر کا مطلب ظاہر ہے کہ بندہ رسوا ہو اور اوسکی غیرت اسے پسند کرے ایسا نہ ہوگا۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] حضرت آسی علیہ الرحمہ والرضوان کے اس شعر کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ مدنظر رکھنی ہے کہ اس کے مصرعۂ اولیٰ میں "مستوی عرش تھا" نہیں ہے بلکہ "مستوی عرش ہے" ہے۔ جو دوام و استمرار کو بتاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ میں مصطفےٰ ہوکر بعینہ وہ ذات نہیں اتری، جو مستوی عرش ہے۔ بلکہ اس کی صفات کا ظہور تام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہو رہا ہے۔ جسکا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ذات خدا جس کی صفت استواء عرش ہے، اس نے اپنی ذات کا مظہر اتم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا۔

یہاں "اترنا" "جلوہ فرمانا" کے معنی میں ہے، جو مظہریت سے کنایہ ہے، لغوی معنی مراد نہیں۔ کہ جس سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا مفہوم لیا جائے، "نزول" جس کا ترجمہ "اترنا" ہے۔ احادیث کریمہ میں خود اس کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب وارد ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا بغروب الشمس الی السماء الدنیا (باب قیام شھر رمضان ص ۱۱۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو، دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا